سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ بطور مترجم قرآن

محمد جاوید اصغر

عربی لغت میں 'ترجمہ' کا لفظ دو معانی کے لیے بولا جاتا ہے۔ کلام کو ایک زبان سے دوسری زبان میں اس کے معنی کی وضاحت کے بغیر نقل کرنا یا ایک کلام کا مطلوب و مقصود دوسری زبان میں پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دینا۱۔ گویا ترجمہ کا بنیادی مقصد ایک زبان کے معنی و مفہوم کو دوسری زبان میں اس طرح بیان کرنا ہے کہ معنی و مفہوم بھی درست ہو، ابلاغ کامل ہو اور کہیں ابہام نہ رہے۔

ترجمہ کرنا مشکل کام ہے اس لیے کہ تخلیق میں تو فکر آزاد ہوتی ہے لیکن ترجمہ کی صورت میں اسے اصل کے ساتھ رشتہ استوار رکھنا پڑتا ہے، بلکہ اصل کا پابند ہونا پڑتا ہے اور اگر معاملہ قرآن پاک کے ترجمہ کا ہو تو یہ معیار اور بھی سخت ہو جاتا ہے۔ اس کا ایک سبب تو یہ ہے کہ قرآن پاک عربی زبان میں نازل ہوا ہے جس کی فصاحت و بلاغت اور فکر و معانی کی بلندی و ثروت کی تاب وہ عربی شعراء بھی نہ لا سکے جنھیں اپنی زبان دانی پر بڑا ناز تھا۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ قرآن کا ہر لفظ اپنے سیاق و سباق میں خاص فکری معنویت رکھتا ہے اور مترجم کی ذرا سی لغزش پورے مفہوم کو متزلزل کر سکتی ہے۔ اس لیے ڈاکٹر سید حمید شطاری لکھتے ہیں: ''ترجمہ میں ایسے الفاظ کے انتخاب کی ضرورت ہے جو عقائد اور احکام کی پوری پوری ترجمانی کرتے ہوں اور ان الفاظ کا مفہوم منشائے قرآن و متن کی صحت کے ساتھ وضاحت کرتا ہو''۲۔ ترجمہ قرآن اس لیے بھی نازک ترین فن ہے کہ کلام الٰہی کو کسی انسانی زبان میں اس انداز میں ڈھالنا کہ مفہوم ترجمہ میں پورا منتقل ہو اور زبان بھی قرآن کے معیار کے مطابق ہو، بظاہر مشکل امر ہے۔ سید مودودیؒ کہتے ہیں: ''کلام الٰہی کے الفاظ

میں اس قدر وسیع معانی پوشیدہ ہیں جن پر کوئی انسانی کلام حاوی نہیں ہوسکتا۔ انسان خواہ کتنے ہی علم و فضل اور بصیرت کے ساتھ اس کا ترجمہ کرے وہ ایسے الفاظ بہم نہیں پہنچا سکتا جو الفاظ قرآن کے تمام مفہومات کو ادا کرنے والے ہوں'' ۳۔ مترجم قرآن ڈپٹی نذیر احمد یہ کہتے تھے: ''میرے مذہب میں قرآن کا ترجمہ گناہ ہے۔ کیوں کہ ترجمہ میں معجز بیانی نہیں آسکتی'' ۴۔

ترجمہ قرآن کی ان مشکلات کے سبب، ایک مدت تک قرآنی تعلیمات سے استفادہ کرنے کی خواہش کے باوجود، قرآن پاک کا فارسی یا اردو زبان میں ترجمہ نہیں کیا گیا۔ بنگال میں اسے تقدس و احترام کے منافی اور پشتون علاقے میں تحریف تصور کیا جاتا رہا۔ بالآخر شاہ ولی اللہ نے قرآن پاک کا فارسی ترجمہ کرکے صدیوں کی جھجک اور گومگو کی کیفیت کو ختم کیا ۲ الف۔ شاہ ولی اللہ کے بعد ان کے صاحب زادوں شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین نے اردو زبان میں قرآن پاک کے تراجم کیے۔ شاہ عبدالقادر کا ترجمہ قرآن صرف دینی خدمت ہی نہ تھی بلکہ اردو نثر کی بھی ایک عظیم الشان خدمت تھی۔ انھوں نے ''عوامی زبان و محاورہ کو قرآن جیسی کتاب کے ترجمے کے لیے استعمال کرکے ایک نئی رفعت دی۔ ترجمہ سے ایک طرف دینی مقاصد کو تقویت پہنچی تو دوسری طرف اردو زبان میں اظہار کی غیر معمولی قوت پیدا ہوئی'' ۵۔ شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کے تراجم کے بعد قابل ذکر ترجمہ قرآن ڈپٹی نذیر احمد کا ہے لیکن شان الحق حقی کہتے ہیں کہ ''نذیر احمد نے اپنے ترجمہ قرآن میں ایسے محاورات کو راہ دی ہے جو علمی تحریر سے میل نہیں کھاتے'' ۶۔

قرآن پاک کے اردو تراجم میں مولانا محمود حسن اور مولانا اشرف علی تھانوی کے ترجمے قابل ذکر ہیں لیکن وہ اظہار بیان کی قدامت کے مظہر ہیں۔ حافظ فتح محمد جالندھری کا ترجمہ با محاورہ اور رواں تو ضرور ہے لیکن بہ کثرت قوسین قاری کو آگے نہیں بڑھنے دیتیں۔ عبدالماجد دریابادی کے ہاں قدیم اسالیب اور فکر خاص کی الجھنیں مفہوم و مدعا کے ابلاغ میں رکاوٹ ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد کا ترجمہ بہتر اور با محاورہ تو ہے مگر مکمل نہیں۔ الغرض قرآن کریم کے تراجم کی ۲۰۰ سالہ مشق اور بہترین علماء و ادباء کی صلاحیتیں ''ایسا

ترجمہ نہ کرسکیں جس سے اصل کے زور بیان، فصاحت و بلاغت اور روحانی عظمت کا صحیح اندازہ ہوسکے'' ۷؎۔

یہ سوال بھی قابل غور ہے کہ ہر عہد میں قرآن کریم کے تراجم کے باوجود آخر بار بار ترجمہ قرآن کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے اور قرآن کے پہلے سے کیے گئے تراجم میں ہر آنے والی نسل کی دلچسپی قدرے کم کیوں ہوجاتی ہے؟ اس سوال کا جواب ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین کے خیال میں یہ ہے کہ ارتقائے لسانی کے اعتبار سے چالیس پچاس برس بعد ترجمہ قرآن کی زبان کی چاشنی کم ہوجاتی ہے اور پھر الفاظ و اصطلاحات کے معنی بھی بدل جاتے ہیں۔ دوسری طرف ہر عہد کے علماء کی کوشش رہی ہے کہ وہ اپنے عہد کے خیالات، افکار و فلسفہ کے پیش نظر قرآن کا عصری تناظر میں ترجمہ کریں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ ہر انسان اپنے خیالات کا اظہار اپنے مخصوص انداز میں کرنا چاہتا ہے ۸؎۔ گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ترجمہ قرآن کی ضرورت تو ہر عہد میں رہے گی لیکن اردو زبان میں قرآن کی ترجمانی بہترین انداز میں وہی شخص کرسکتا ہے جو اپنے عہد کی لسانی تبدیلیوں اور فکری میلانات سے آگاہ ہونے کے ساتھ اردو زبان کی معنوی وسعت، لسانی اکائیوں اور الفاظ و معنی کی ساری پرتوں کے استعمال پر قدرت بھی رکھتا ہو۔

۱۹۴۲ء میں سید مودودی نے قرآن کی الوہیت، انداز خطابت، اور فکر و خیال کو قرآن کے بتائے گئے مفاہیم کی حدود میں رہتے ہوئے اردو زبان میں ترجمہ کرنا شروع کیا۔ ان کی زیر ادارت چھپنے والے رسالے ترجمان القرآن میں قرآن پاک کا یہ ترجمہ مع تفسیر مسلسل ۳۰ سال تک شائع ہوتا رہا۔ قرآن کے اردو ترجمہ کی اس انداز میں اشاعت اس لحاظ سے واحد مثال تھی کہ اسے اہل علم و ادب کے سامنے باقاعدگی سے پیش کیا جاتا رہا۔ یہی ترجمہ و تفسیر بعد ازاں تفہیم القرآن کے نام سے چھ مختلف جلدوں میں شائع ہوا، البتہ ترجمہ قرآن کو ترجمہ قرآن مجید مع مختصر حواشی کے نام سے نظر ثانی و ترمیم کے بعد جولائی ۱۹۷۶ء میں الگ سے شائع کیا گیا ۹؎۔ ہندوستان میں مسلمان آیت آیت اور لفظ لفظ کا ترجمہ الگ الگ پڑھنے کے عادی تھے لیکن سید مودودیؒ نے لفظی ترجمہ کے بجائے

آزاد ترجمانی کا طریقہ اختیار کیا، حالاں کہ یہ مشکل کام تھا۔ سید باقر حسین لکھتے ہیں:

''الفاظ کا ترجمہ کرنا پھر بھی نسبتاً آسان کام ہے لیکن عبارت کا ترجمہ کرنا مشکل ہوتا ہے کہ مترجم کو دو متضاد تقاضوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ ایک طرف تو خیال رکھنا پڑھتا ہے کہ ترجمہ تحت اللفظ ہو دوسری طرف ترجمہ کی زبان کا محاورہ ہاتھ سے نہ جائے''۱۰۔

سید مودودیؒ نے لفظی ترجمہ کے بجائے قرآن کی ترجمانی کرتے ہوئے قرآنی عبارت کے مفہوم کو اردو زبان میں ادبی شان کے ساتھ منتقل کر دیا اور جو تاثیر قرآن کو پڑھ کر ان کے دل میں پیدا ہوئی اسے حتی الامکان عربی مبین سے اردوئے مبین میں منتقل کرنے کی کوشش کی۔ سید مودودی نے آزاد ترجمانی کا طریقہ اس لیے اختیار کیا تا کہ قاری ترجمہ قرآن پڑھتے ہوئے قرآن کے مفہوم و مدعا کو سمجھ کر وہی اثر قبول کرے جو قرآن اس پر ڈالنا چاہتا ہے۔ اس سے قبل اردو میں ترجمہ قرآن کی جو روایت چلی آرہی تھی، اس میں ترجمہ لفظی ہوتا تھا اور لفظی ترجمہ میں قرآن کی ہر سطر کے نیچے بے جان عبارت قاری کو پڑھنے کے لیے ملتی تھی، جس سے نہ قاری کی روح وجد میں آتی، نہ اس کے رونگٹے کھڑے ہوتے تھے، نہ اس کے جذبات میں کوئی طوفان برپا ہوتا۔ لفظی ترجمہ کی تاثیر میں ادب کی اس تیز و تند اسپرٹ کا فقدان تھا جو قرآن کی اصل عبارت میں بھری ہوئی ہے۱۱۔

پھر قرآن کا طرز بیان تحریری کے بجائے تقریری ہے اور کوئی ترجمہ قرآن اس وقت تک گہرا تاثر نہیں چھوڑ سکتا، جب تک تحریری زبان کو مربوط تقریری زبان میں تبدیل نہ کیا جائے۔ یوں بھی قرآن کی زبان بہت بامحاورہ ہے اور بامحاورہ تراجم میں ابلاغ کو اہمیت دی جاتی ہے۔ اس لیے سید مودودیؒ نے بامحاورہ ترجمہ اور تقریری اسلوب کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسا کرتے ہوئے: ''میں اپنے بامحاورہ ترجمہ میں نہ تو قرآن کے الفاظ کی حرفاً حرفاً پابندی کرتا ہوں اور نہ ہی اسے بہت زیادہ آزاد بناتا ہوں بلکہ متنِ قرآن کے مفہوم کو بیان کرنے کی کوشش کرتا ہوں''۱۲۔ سید مودودیؒ نے ترجمہ میں 'ترجمانی' کرتے ہوئے بھی آزادی نہیں برتی اور کلام اللہ کو اس کے پس منظر اور حالات نزول کے ساتھ جوڑتے ہوئے بامعنی بنا دیا ہے۔ ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین رقم طراز

ہیں: ''مولانا نے آزاد ترجمہ کی اجازت لے کر بھی حدود کا ہمیشہ خیال رکھا، کلام الٰہی کی عظمت اور صحت کو قائم رکھ کر اس کی ترجمانی کرنا ان کا مقصد رہا''۱۳۔

یہ درست ہے کہ قرآن پاک کے تراجم میں موضوع کی یکسانیت کے باوجود مترجمین کے ذوق، رجحان اور انداز فکر کے سبب تازگی کا احساس ملتا ہے۔ سید مودودی بھی یہ چاہتے تھے کہ قرآن کو ایسی زبان میں پیش کریں جس سے جدید ذہن کو قرآن فہمی حاصل ہو اور قرآن کا انقلاب آفریں پیغام ان کی روحوں میں سرایت کر جائے، لیکن ساتھ ساتھ قرآن کی ادبیت بھی انھیں مسحور کرے اور ان کے جذبوں کو مہمیز کرے، وہ قرآن کے استدلال سے تو ضرور آگاہ ہوں لیکن مطالعہ قرآن میں دوسری زبان کی اجنبیت کو اپنے لیے رکاوٹ نہ سمجھیں۔ سید مودودیؒ اس کوشش میں بڑی حد تک کامیاب رہے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالمغنی کے بقول: ''ایسا جامع، واضح، مستند، سلیس، جان دار اور زور دار ترجمہ جس میں ساری توجہ ادائے مفہوم پر مرکوز کی گئی ہو، اپنی مثال آپ ہے''۱۴۔

سید مودودیؒ کا یہ ترجمہ فصاحت و بلاغت کی بھی مثال ہے۔ یہ اسی فصاحت و بلاغت کا کمال ہے کہ قرآن کی جادوئی تاثیر بھی اردو زبان میں منتقل ہوگئی ہے اور اردو نثر کا بھی ایک طاقت ور اسلوب قرآن کی ترجمانی کے لیے وجود میں آ گیا ہے۔ ''سید مودودی اگر اپنے عہد کی بہترین زبان استعمال نہ کرتے تو آسمانی کتاب کا زورِ بلاغت اور حسنِ فصاحت کبھی اردو زبان میں منتقل نہ ہوسکتا''۱۵۔ سید مودودیؒ سے ماقبل تراجم قرآن میں جہاں زبان کی اجنبیت کا احساس ہوتا ہے، وہاں تاثیر، فصاحت، بلاغت اور روحِ قرآن کی کمی بھی کھٹکتی ہے۔ یہ تراجم عقل کو اپیل نہیں کرتے اور نہ قرآن کی معجزاتی زبان کو اس کی الہامی قوت کے ساتھ قاری تک منتقل کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کو اس کے حسنِ انشاء، لسانی و ادبی بانکپن، لفظی طمطراق اور اس کی تاثیر کے ساتھ اگر کسی عالم نے سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے تو وہ سید مودودی ہیں۱۶۔

ترجمہ قرآن کے سلسلے میں سید مودودی کا اہم کارنامہ ترجمہ کی پیراگراف بندی ہے۔ یہ ایک انقلابی قدم ہے جس کی مدد سے نہ صرف قرآن کے مطالب کی تفہیم آسان

ہوگئی ہے بلکہ قاری کو قرآن کے تقریری اسلوب سے یہ اندازہ بھی ہو جاتا ہے کہ تقریر کا ایک جزو دوسرے جزو سے کیا تعلق رکھتا ہے اور تحریک اسلامی کن کن مراحل سے گزرتی رہی ہے۔ پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں: ''قرآن کے قاری کو یہ رہنمائی فراہم کرنا کہ ایک بات کہاں ختم اور دوسری کہاں شروع ہوتی ہے، اس کے لیے پیراگراف بندی کی ضرورت تھی اور یہ کام اگر متن میں ہوتا تو حد ادب سے تجاوز تھا''۱۷۔ سید مودودیؒ کے مجتہدانہ ذہن نے یہ کام کر کے قاری کے لیے بہت آسانی پیدا کر دی ہے اور ''قرآن فہمی کی کنجی اپنے قاری کے ہاتھ میں دے دی ہے''۱۸۔ پیراگراف کے بعد قرآن کا یہ ترجمہ اس اعتبار سے بھی منفرد ہے کہ اگر صرف ترجمہ پڑھا جائے تو بھی مفہوم سمجھ میں آتا اور مطالب کا پورا اظہار ہوتا ہے۔

سید مودودیؒ کے اس ترجمہ کی سلاست، فصاحت و بلاغت، ادبیت اور محاورہ بندی کے لیے دوسرے مترجمین کے تراجم سے ایک تقابلی مطالعہ پیش کیا جاتا ہے، اس مقصد کے لیے ''سورۃ الضحیٰ'' کا ترجمہ منتخب کیا گیا ہے۔

مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ

''قسم ہے، دن کی روشنی کی اور رات کی جب کہ وہ قرار پکڑے۔ (آگے جوابِ قسم ہے) کہ آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ (آپ سے) دشمنی کی اور آخرت آپ کے لیے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے (پس وہاں آپ کو اس سے زیادہ نعمتیں ملیں گی) اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو (آخرت میں بہ کثرت نعمتیں) دے گا۔ سو آپ خوش ہو جاؤ گے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر آپ کو ٹھکانا دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا سو (آپ کو) شریعت کا رستہ بتلا دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا سو مال دار بنا دیا۔ تو آپ (اس کے شکریہ میں) یتیم پر سختی نہ کیجیے اور سائل کو مت جھڑکیے۔ (یہ تو شکرِ فعلی ہے) اور اپنے رب کے انعامات (مذکور) کا تذکرہ کرتے رہا کیجیے۔ (یعنی زبان سے قولی شکر بھی کیجیے)''۱۹۔

مولانا مفتی محمد شفیعؒ

''قسم دھوپ چڑھتے وقت کی اور رات کی جب چھا جائے۔ نہ رخصت کر دیا تجھ کو تیرے رب نے اور نہ بے زار ہوا اور البتہ پچھلی بہتر ہے تجھ کو پہلی سے اور آگے دے گا تجھ کو تیرا رب پھر تو راضی ہوگا۔ بھلا نہیں پایا تجھ کو یتیم، پھر جگہ دی اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی۔ اور پایا تجھ کو مفلس، پھر بے پرواہ کر دیا۔ سو جو یتیم ہو، اس کو مت دبا اور جو مانگتا ہو، اس کو مت جھڑک۔ اور جو احسان ہے تیرے رب کا اس کو بیان کر''۲۰۔

مولانا فتح محمد جالندھریؒ

''آفتاب کی روشنی کی قسم، اور رات (کی تاریکی) کی جب چھا جائے کہ (اے محمد ﷺ) تمھارے پروردگار نے نہ تو تم کو چھوڑا، اور نہ (تم سے) ناراض ہوا۔ اور آخرت تمھارے لیے پہلی (حالت یعنی دنیا) سے کہیں بہتر ہے۔ اور تمھیں پروردگار عنقریب وہ کچھ عطا فرمائے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ بھلا اس نے تمھیں یتیم پا کر جگہ نہیں دی۔ (بے شک دی) اور رستے سے ناواقف دیکھا، تو سیدھا رستہ دکھایا۔ اور تنگ دست پایا تو غنی کر دیا، تو تم بھی یتیم پر ستم نہ کرنا اور مانگنے والے کو جھڑکی نہ دینا اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کا بیان کرتے رہنا''۲۱۔

عبدالماجد دریابادیؒ

''قسم ہے دن کی روشنی کی، اور رات کی جب کہ وہ قرار پکڑے اور آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ آپ سے بے زار ہوا ہے۔ اور آخرت آپ کے لیے دنیا سے (بدرجہا) بہتر ہے۔ عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو اتنا عطا کرے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔ کیا اللہ نے آپ کو یتیم نہیں پایا، پھر (آپ کو) ٹھکانا دیا۔ اور آپ کو بے خبر پایا، سو راستہ بتا دیا۔ اور آپ کو نادار پایا تو مال دار بنا دیا۔ تو آپ بھی یتیم پر سختی نہ کیجیے اور سائل کو مت جھڑکیے۔ اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کا بھی تذکرہ کرتے رہا کیجیے''۲۲۔

سید مودودیؒ

"قسم ہے روزِ روشن کی، اور رات کی، جب کہ وہ سکون کے ساتھ طاری ہو جائے۔ (اے نبی ﷺ) تمھارے رب نے تم کو ہرگز نہیں چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا۔ اور یقیناً تمھارے لیے بعد کا دور پہلے دور سے بہتر ہے۔ اور عنقریب تمھارا رب تم کو اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ کیا اس نے تم کو یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانا فراہم کیا؟ اور تمھیں ناواقفِ راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی۔ اور تمھیں نادار پایا اور پھر مالدار کر دیا۔ لہٰذا یتیم پر سختی نہ کرو اور سائل کو نہ جھڑکو اور اپنے رب کی نعمت کا اظہار کرو"۲۳۔

سید مودودیؒ کے علاوہ باقی تراجم پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ان تراجم سے اردو ترجمہ کی روایت تو ضرور آگے بڑھی ہے، لیکن ترجمے میں وہ سلاست، روانی، اور ادبیت نہیں، جو قرآن کا اعجاز ہے۔ اول الذکر تراجم سے وہ تاثر قائم نہیں ہو سکا جو قرآن کا مقصود ہے۔ ان تراجم میں اللہ کی 'نبی سے دشمنی' ہونا یا 'بےزار ہونا' مناسب حال ترجمہ نہیں۔ اسی طرح رات کی تاریکی کا چھا جانا رات کی معنویت میں وہ فصاحت پیدا نہیں کرتا جو رات کے سکون کے ساتھ طاری ہونے کے مفہوم میں پنہاں ہے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ترجمہ میں طوالت ہے اور بار بار قوسین کا استعمال عبارت کے تسلسل اور بہاؤ کو توڑتا ہے۔ پھر ترجمہ میں پرانا پن موجود ہے۔ اس طرح ترجمہ ابلاغ کی خوبی سے بھی محروم ہے۔ مفتی محمد شفیعؒ کے ترجمہ سے قرآن کی معنویت پوری طرح قاری پر آشکار نہیں ہوتی۔ مولانا فتح محمد جالندھریؒ کے ہاں بامحاورہ ترجمہ کی کوشش کی گئی ہے، لیکن یہاں بھی قوسین کا استعمال قاری کی توجہ منتشر کر دیتا ہے۔ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کے ہاں مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ترجمہ کی ہی تقلید کی گئی ہے، البتہ انھوں نے قوسین کم کر دیے ہیں، تاہم وہ اپنے ترجمہ کو فصاحت، بلاغت اور ادبیت نہ دے سکے۔

سید مودودیؒ کے ترجمے میں تسلسل، بہاؤ، روانی اور ربط ہے۔ ترجمہ پڑھتے ہوئے قاری کی توجہ ایک بار بھی نہیں ہٹتی۔ سید مودودی نے قرآن کے استفہامیہ لہجہ کو ترجمہ

میں منتقل کرتے ہوئے ایجاز واختصار سے کام لے کر قرآن کے مفہوم کو ترجمہ میں ڈھال دیا ہے۔ بلاغت کا یہ عالم ہے کہ چھوٹے چھوٹے جملے زبان پر رواں ہو جاتے ہیں، ترجمہ با محاورہ، سلیس رواں اور سبک ہے۔ بات نہ صرف قوسین کے بغیر سمجھ میں آتی ہے بلکہ کسی لفظ کی وضاحت کے لیے حواشی کی ضرورت بھی نہیں پڑتی، نہ ترجمہ میں کسی لفظ کا اضافہ کرنا پڑتا ہے۔ دن کی روشنی یا آفتاب کی روشنی یا دھوپ چڑھتے وقت سے کہیں زیادہ سبک ترکیب روز روشن کی ہے جس میں فصاحت اور ادبیت ہے۔

تقابلی مطالعے کے سلسلے میں ایک اور نمونہ سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۷۲ (لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ) کا ترجمہ ہے۔ اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر فرشتے خوب رو لڑکوں کی شکل میں عذاب کی خبر لے کر آتے ہیں تو قوم لوط ان کے گھر پر چڑھ دوڑتی ہے۔ قرآن قوم لوط کی اس کیفیت کو بیان کرتا ہے۔ مترجمین نے یہ کیفیت ترجمہ میں کیسے منتقل کی ہے؟ اس پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

آپ ﷺ کی جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش تھے۲۴۔

اے محبوب! تمھاری جان کی قسم بے شک وہ اپنے نشے میں بھٹک رہے تھے۲۵۔

آپ ﷺ کی جان کی قسم وہ اپنی مدہوشی میں بالکل بہکے ہوئے تھے۲۶۔

(اے محمد ﷺ) تمھاری جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش (ہو رہے) تھے۲۷۔

تیری جان کی قسم اے نبی ﷺ اس وقت ان پر ایک نشہ سا چڑھا ہوا تھا جس میں وہ آپے سے باہر ہوئے جاتے تھے'' ۲۸۔

قرآن نے یہاں نشہ (سکرۃ) کا لفظ استعارتاً استعمال کیا ہے، مگر دیگر مترجمین نے اسے پھر حقیقت میں بدل دیا ہے۔ نشہ میں مدہوش ہونا، بھٹک جانا، بہک جانا، وہ کیفیات ہیں، جس میں فرد عمل کی قوت سے محروم ہو جاتا ہے۔ لیکن سید مودودیؒ نے لفظ نشہ کے ساتھ آپ سے باہر ہونے کا محاورہ لا کر قومِ لوط کی بد اطواری اور بدمستی کی عملی کیفیت بیان کر دی ہے اور یہی سید مودودی کے اس ترجمہ کی جدت ہے۔ پھر ''تیری جان کی قسم اے نبی ﷺ'' میں کتنی بے ساختگی، اخلاص، محبت، وارفتگی اور چاہت ہے۔

سید مودودیؒ کو الفاظ کے استعمال پر کچھ ایسی قدرت حاصل ہے کہ وہ لفظ کو اس کے سیاق و سباق میں برتنے کے فن میں طاق نظر آتے ہیں۔ اس لیے سید مودودی نے سورۂ رحمٰن کی آیت فَبِاَیِّ آلاَءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ کا ترجمہ بھی آیت کے سیاق و سباق میں ہر بار مختلف کیا ہے۔ یعنی تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں، عجائب قدرت، کرشموں، کمالات، احسانات، صفات اور اوصافِ حمیدہ کو جھٹلاؤ گے۔ سید مودودی نے قرآن میں استعمال ہونے والے الفاظ 'وٗ اور 'ف' کا ترجمہ بھی 'اور' اور 'پس' کے معنوں تک محدود نہیں رکھا۔ اور کہیں کہیں قرآن کے لہجہ و تاثیر کو ہو بہو ترجمہ میں منتقل کر دیا ہے۔ ''اُف، تنگ کر دیا تم نے، کیا تم مجھے خوف دلاتے ہو کہ میں مرنے کے بعد قبر سے نکالا جاؤں گا'' ۲۹؎۔

ترجمہ میں بیسیوں مقامات پر زبان کی روانی، صوتی بہاؤ، سلاست، اور ادبیت کا دل نشیں انداز نظر آتا ہے:

اے لوگو، جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور اس کی جناب میں باریابی کا ذریعہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جدوجہد کرو شاید کہ تمھیں کامیابی نصیب ہو جائے'' ۳۰؎۔

عربی اور اردو زبانیں اپنی لسانی ترکیب 'لوچ' رچاؤ اور تہذیبی پس منظر میں مختلف زبانیں ہیں، اس لیے عربی تراکیب کو اردو میں ترجمہ کے ذریعہ منتقل کرنا مشکل امر ہے، لیکن قرآن کے لہجہ اور مفہوم کی مکمل منتقلی اس کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ سید مودودی نے قرآن کے لہجہ اور تاثیر کو اردو میں منتقل کرنے کے لیے بہترین تراکیب اور موثر ترین الفاظ کا چناؤ کیا ہے جس سے بہت ساری نئی تراکیب وضع ہو گئی ہیں۔ چند تراکیب دیکھیے:
فرستدگان الٰہی، گردش ایام، دیدہ بینا، گرم چراغ، نیل روشن، پردہ شب، تیز گامی، لب گور، شعلہ زن، عقل سلیم، ملک یمین، اعیان سلطنت، کلمہ خبیثہ، کٹے کافر، کج بحثی، نیش زنی، پراگندہ خواب، پیروان ابلیس، فجر مشہود، خواہش نفس، تھڑ دلا۔ سید مودودی نے بعض عربی تراکیب کو ویسے ہی لکھ دیا ہے کیوں کہ اگر ان کا ترجمہ کیا جاتا تو یقیناً وہ فصاحت اور بلاغت پیدا نہ ہوتی جو ان عربی تراکیب سے ہوئی ہے۔ جیسے: عادِ اولیٰ، عذاب الیم، عادارم، سواء السبیل، مہاجرین وانصار، شیطان رجیم، ملاء اعلیٰ، کتاب مبین، احسن الخالقین وغیرہ۔

اس ترجمہ میں بہت سارے مرکب عطفی ترجمہ میں زور، روانی اور جدت پیدا کرتے نظر آتے ہیں: حکیم و علیم، حکیم و حمید، ذلیل و حقیر، بے کم و کاست، دست و پابستہ، فریاد و فغاں، ملجا و ماویٰ، نیک و بد، صبح و شام، اطلس و دیبا، گمراہی و بدعملی، روسیاہی و ذلت۔ سید مودودی نے قرآن کی ترجمانی کے لیے بامحاورہ ترجمہ کیا ہے۔ اس لیے بہت سارے محاورے بے کھٹکے چلے آئے ہیں، جو مفہوم میں بلاغت، فصاحت، دل کشی اور روانی پیدا کرتے ہیں لیکن قرآنی مضامین کے تقدس اور احترام سے بھی پوری طرح ہم آہنگ ہیں، اس لیے کہ سید مودودی کو ڈپٹی نذیر احمد کی طرح محاورے جڑنے کا شوق نہیں بلکہ محاورہ خود بخود آن کھڑا ہوتا ہے۔ چند محاورے یہ ہیں: ٹوٹ پڑنا، پیٹھ پھیر کر بھاگنا، عقل ماری جانا، ڈنڈی مارنا، الٹے پاؤں پھرنا، پھٹکار پڑنا، کانوں کا کچا ہونا، دل ٹھنڈا کرنا، افترا باندھنا، دل تنگ ہونا، آنکھیں سفید پڑنا، دل اڑنا، آپے سے باہر ہونا، کلونس چھا جانا، خوشی سے کھل اٹھنا، آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جانا وغیرہ۔

سید مودودیؒ کے ترجمے میں ایک ہی طرح کے املا والے الفاظ پر اعراب کا اہتمام بھی ملتا ہے۔ تشبیہ و استعارہ بھی رنگ جماتے ہیں۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو سید مودودی کا یہ ترجمہ نہ صرف ترجمہ کی ضروریات پوری کرتا ہے بلکہ ادبی معیارات پر بھی پورا اُترتا ہے۔ عطش درانی کے مطابق: ''یہ ترجمہ قرآن با محاورہ ترجمہ کی عمدہ مثال ہے''[۳۱]۔

سید مودودیؒ کے ترجمہ میں ادبیت، علمیت، تاثیر، روانی، فصاحت و بلاغت کا بڑا سبب یہ ہے کہ سید مودودیؒ نے قرآن کے اصطلاحی اور لغوی مفہوم کو اچھی طرح سمجھ کر بہترین الفاظ میں ترجمہ کیا ہے۔ سید مودودیؒ اس بات کے قائل تھے کہ قرآن کے الفاظ سے مجازی اور ظاہری مفہوم اخذ کرنے کا فیصلہ اندھا دھند نہیں ہوسکتا۔ اس کے لیے قرآن کا سیاق و سباق اور زیر بحث مسئلہ ہی معیار قرار دیا جاسکتا ہے[۳۲]۔ سید مودودیؒ کے ایک قریبی رفیق حکیم خواجہ اقبال ندوی لکھتے ہیں: ''سید مودودیؒ قرآن کے ایک لفظ کا مفہوم متعین کرنے کے لیے کبھی کبھی دس دس بارہ بارہ دن کلام عرب، لغت، تفاسیر اور احادیث کا

مطالعہ کرتے رہتے'' ۳۳۔

سید مودودیؒ کے ہاں قرآنی الفاظ کو اس کے خاص سیاق و سباق میں ترجمہ کرنے کے سبب ان کے ترجمہ میں تنوع، دلچسپی، اسلوب کی تازگی اور معنوی تسلسل ہے۔ ملک حسن اختر کے بقول: ''یہ ترجمہ اردو نثر میں بلند مقام کا حامل ہے'' ۳۴۔ تاہم، اس ترجمہ میں بعض مقامات پر حفظِ مراتب کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ ایسے مقامات پر ترجمہ میں ادبیت کا وہ رنگ نہیں جو اس کی مجموعی فضا پر چھایا ہوا ہے۔ مثلاً ''ان سے کہو میں کوئی نرالا رسول تو نہیں ہوں'' ۳۵۔ ''اے نبی ﷺ! ان سے رخ پھیر لو، پھر تم پر کچھ ملامت نہیں'' ۳۶۔ سید مودودیؒ کی اس آزاد ترجمانی کو مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے بھی اختیار کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ترجمہ کی سلاست، روانی، ادبی چاشنی اور ابلاغ کی خوبی ان کے ہاں اس درجہ پیدا نہ ہو سکی۔ عمر خالد رقم طراز ہیں: ''مولانا مودودی کا ضخیم ترجمہ قرآن اور تفسیر بلاشبہ اردو ادب کا ایک شاہکار ہے۔ اردو نثر میں مولانا کا زوردار انداز روایتی مذہبی دنیائے علم میں بے نظیر ہے'' ۳۷۔

سید مودودیؒ کے اس ترجمے نے اردو نثر کے امکانات کو وسعت دی ہے، اس لیے کہ یہ ترجمہ جہاں عوام کی دینی ضرورت پوری کرے گا وہاں سید مودودیؒ کے اردوئے مبین ترجمہ پڑھنے والوں کے ادبی ذوق کی تسکین بھی کرتی رہے گی۔

حواشی و مراجع

۱۔ غلام احمد حریری، تاریخ تفسیر و مفسرین، ملک سنز، فیصل آباد، ۱۹۷۸ء، ص ۲۱

۲۔ سید حمید شطاری، قرآن مجید کے اردو تراجم و تفاسیر کا تنقیدی مطالعہ، حیدرآباد، بدون تاریخ، ص ۳۰

۲ الف۔ مذکورہ بیان سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ ہندوستان میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے سب سے پہلے فارسی ترجمۂ قرآن کی خدمت انجام دی، تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ ماقبل شاہ ولی اللہ فارسی تراجمِ قرآن کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ کریں: محمد سعود عالم قاسمی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی قرآنی فکر کا مطالعہ، اسلامک بک فاؤنڈیشن،

نئی دہلی، ۱۹۹۴ء (باب اول [ب]: فارسی تراجم و تفاسیر ہندوستان میں)، ص ۲۸-۳۹؛ ظفر الاسلام اصلاحی، عہد وسطیٰ کے ہندوستان کی فارسی تفسیریں، ششماہی علوم القرآن (علی گڑھ)، ۱/۱، جولائی - دسمبر ۱۹۸۵ء، ص ۱۲۵-۱۳۵ [مدیر علوم القرآن]

۳۔ خورشید احمد (مرتب)، ادبیات مودودی، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۸۵، ص ۳۷۵

۴۔ افتخار احمد صدیقی، مولوی نذیر احمد دہلوی - احوال و آثار، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۱ء، ص ۲۶۴

۵۔ جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو، مجلس ترقی ادب، لاہور، ص ۱۰۵۵

۶۔ ادبی ترجمہ کے مسائل، مرتبہ اعجاز راہی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء، ص ۲۲۱

۷۔ محمد اکرام، رود کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۵۵۳

۸۔ صالحہ عبدالحکیم شرف الدین، قرآن حکیم کے اردو تراجم، قدیمی کتب خانہ، کراچی، بدون تاریخ، ص ۶۷-۶۸

۹۔ رفیع الدین ہاشمی، تصانیف مودودی - ایک اشاعتی اور کتابیاتی مطالعہ/ مشمولہ: تذکرہ سید مودودی، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۶۲۹

۱۰۔ ترجمہ کے اصول / مشمولہ: ترجمہ - روایت اور فن: مرتبہ نثار احمد قریشی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص ۶۰

۱۱۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، ترجمہ قرآن مجید مع مختصر حواشی، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۵

۱۲۔ ابو طارق، مولانا مودودی کے انٹرویو، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۵۲

۱۳۔ قرآن حکیم کے اردو تراجم، محولہ بالا، ص ۳۵۸

۱۴۔ عبدالمغنی، مولانا مودودی کی ادبی خدمات، فاران نشریات، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۴۳

۱۵۔ الطاف حسین قریشی، اردو ڈائجسٹ (لاہور)، اکتوبر ۱۹۷۹ء، ص ۲۳

۱۶۔ افضال حسین نقوی، جسارت (کراچی)، سید مودودی نمبر، ص ۳۰

۱۷۔ خورشید احمد، دینی ادب/ مشمولہ: تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۷۲ء، ۱۰/ ۳۳۰

۱۸ سید اسعد گیلانی، آئین (لاہور)، تفہیم القرآن نمبر، ص۱۷۳

۱۹ اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، بدون تاریخ، ص۵۴۴-۵۴۵

۲۰ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۹۹ء، ۸/۶۴۷

۲۱ فتح محمد جالندھری، القرآن الحکیم، تاج کمپنی، لاہور، ص۸۵۱

۲۲ عبدالماجد دریابادی، القرآن الحکیم مع ترجمہ وتفسیر، ص۱۱۹۹-۲۰۰۰

۲۳ سید ابوالاعلیٰ مودودی، ترجمہ قرآن مع مختصر حواشی، محولہ بالا، ص۱۵۴۹-۱۵۵۱

۲۴ بیان القرآن، محولہ بالا، ص۲۳۹

۲۵ احمد رضا خان بریلوی، کنز الایمان، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، ص۳۴۴

۲۶ عبدالماجد دریابادی، القرآن الحکیم، ص۵۴۵

۲۷ فتح محمد جالندھری، القرآن الحکیم، ص۳۵۵

۲۸ سید ابوالاعلیٰ مودودی، ترجمہ قرآن مع مختصر حواشی، ص۶۷۷

۲۹ حوالہ مذکور، ص۱۲۷۷

۳۰ حوالہ مذکور، ص۲۹۷

۳۱ عطش درانی، ادبی جائزے، نذر سنز، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص۱۲۳

۳۲ عاصم نعمانی (مرتب)، مکاتیب سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص۳۱۵

۳۳ جمیل احمد رانا، سلیم منصور خالد (مرتبین)، تذکرہ سید مودودی، طبع سوم، ص۸۳۳

۳۴ جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو، محولہ بالا، ص۱۲۱۰

۳۵ سید ابوالاعلیٰ مودودی، ترجمہ قرآن مع مختصر حواشی، ص۱۲۷۵

۳۶ حوالہ مذکور، ص۱۳۳۱

۳۷ *Islamic Studies*, Vol.41, Spring, 2002, p.35

(ماخوذ از عالمی ترجمان القرآن، لاہور، ستمبر ۲۰۱۳ء/ اصل مضمون میں حواشی و مراجع متن کے اندر مندرج تھے، مجلّہ علوم القرآن کے طریقِ ریفرنسنگ کے مطابق انھیں مضمون کے آخر میں درج کر دیا گیا ہے۔ حاشیہ نمبر ۲/ الف مدیر علوم القرآن کا اضافہ ہے۔)